متى تعود إلينا فلسطين؟

فلسطین ہمیں واپس کب ملے گا؟

مولف:

دکتور محمد سعید رسلان حفظہ اللہ

مترجم:

د/ اجمل منظور المدنی

تمهيد

إنَّ الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، و من سيِّئات أعمالنا، من يهده الله فلا مُضلَّ له، و من يضلل فلا هادي له، وأشهد ألاَّ إله إلاَّ الله وحده لا شريك له، وأشهد أنَّ محمَّدًا عبده ورسوله.

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلاَ تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ [آل عمران:١٠٢].

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ [النساء:١].

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيدًا. يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ [الأحزاب:٧١-٧٢].

وبعد: فإنَّ أصدق الحديث كلامُ الله، وخيرَ الهدي هديُ محمَّدٍ صلَّى الله عليه وسلَّم، وشرَّ الأمور محدثاتها، وكلَّ محدثة بدعة، وكلَّ بدعة ضلالة، وكلَّ ضلالة في النار.

أما بعد:

سابق مفتی شیخ محمد امین حسینی اور وطن عزیز فلسطین کے بعض احباب کے درمیان ایک ملاقات میں - جیسا کہ آپ کا یہ عام معمول تھا - یہ سوال کیا گیا کہ وطن عزیز فلسطین ہمیں واپس کب ملے گا؟

اس پر آپ نے فرمایا: جب تم اللہ کی طرف واپس ہو جاؤ گے اس وقت وطن عزیز فلسطین بھی تمہارے پاس واپس ہو جائے گا۔

یہ سوال اس روئے زمین پر بسنے والا کوئی بھی مسلمان اگر آج کرتا ہے کہ فلسطین ہمارے پاس واپس کب آئے گا؟

تو اس کا صرف ایک ہی جواب ہے کہ جب تم اللہ کی طرف واپس آجاؤ گے تو فلسطین بھی تمہارے پاس واپس آجائے گا۔

شیخ کا یہ جواب دراصل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے مستفاد ہے جیسا کہ مسند احمد اور سنن ابی داؤد کے اندر ایک حدیث میں آیا ہے:

عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزَعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَ كَرَاهِيَةُ

الْمَوْتِ".

ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قریب ہے کہ دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے والے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں" تو ایک کہنے والے نے کہا: کیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں، بلکہ تم اس وقت بہت ہو گے، لیکن تم سیلاب کی جھاگ کے مانند ہو گے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا خوف نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں "وہن" ڈال دے گا" تو ایک کہنے والے نے کہا: اللہ کے رسول! "وہن" کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ہے"۔ (مسند احمد: 22397، سنن ابی داود: 4297، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے)۔

عزت وشرف اسی وقت واپس آسکتا ہے اور ہم اپنے کھوئے ہوئے مجد و مقام کو اسی وقت واپس پاسکتے ہیں جب ہم اللہ رب العالمین کی طرف واپس ہو جائیں گے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک تم اپنے دین کی طرف واپس نہ ہو جاؤ۔ اسی اصلی دین کی طرف جسے لیکر آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور اسی طریقے اور منہج کی طرف جسکی رہنمائی محمد صلی اللہ وآلہ وسلم نے کی تھی۔

اس وقت غزہ میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ نہ تو انسانی امداد کا ایشو ہے اور نہ ہی عمومی طور پر کوئی انسانی ایشو ہے، اور نہ ہی یہ کوئی رفاہی ایشو ہے کہ جہاں جود وسخا کے مالک حضرات اپنی اپنی امداد کی بوچھار کر دیں، یہ سرے سے کوئی رفاہی اور انسانی ایشو ہے ہی نہیں، بلکہ یہ خالص دینی

عقدی ایشو ہے جسکا تعلق اعتقادات اور اصول دین سے ہے، یہ کوئی ایسا ایشو نہیں ہے کہ جسکے لئے مسلمانوں سے پہلے کفار جذبات میں آجائیں، کیونکہ ظاہری جذبات سے اگر پوری روئے زمین کو بھر دیا جائے تو بھی کچھ فائدہ نہیں ہوگا، اور نہ ہی یہ مطلوبہ مقصد تک پہونچنے کا کوئی صحیح وسیلہ ہے، اور سبب بالکل واضح ہے ایک صاحب بصیرت کیلئے کچھ بھی مخفی نہیں ہے، اور وہ یہ کہ مطلوبہ ہدف کے حصول کا یہ کوئی شرعی طریقہ نہیں ہے۔

جی ہاں! یہ کوئی رفاہی ایشو نہیں ہے کہ جس کے سبب امداد اور دیگر عطیات اور گھریلو ساز وسامان اکٹھا کیا جائے، اسے ایک عارضی درد کا مداوا تو کہہ سکتے البتہ اس سے بیماری کی جڑ کا خاتمہ نہیں ہوسکتا۔ اور شرعی امور کا علاج بھی اس طرح نہیں کیا جاسکتا۔

جی ہاں اسے واجب اور مطلوب بھی کہہ سکتے ہیں مگر اس سے اصل ایشو کا علاج کبھی نہیں ہو سکتا تمام دشمنان اسلام کی سازشوں کے باوجود ہم اصل یسو کو کبھی بھول بھی نہیں سکتے چنانچہ یہ بالکل مناسب نہیں ہے کہ ہم اصل بیماری کا علاج کرنا اور اسے جڑ سے اکھاڑنا بھول جائیں

اور عارضی اسباب کے علاج میں پڑے رہیں یہ تو بار بار ہوتا رہے گا مسئلہ تو اصل بیماری کا ہے جو امت مسلمہ کی پشت کو کھوکھلا کر رہی ہے، اس بیماری کے عارضی مظاہر اگر ایک طرف چھپ جاتے ہیں تو وہی دوسری طرف ظاہر ہو جاتے ہیں، اور اپنے افکار و ادیان کے اختلاف کے باوجود تمام دشمنان اسلام امت پر ایک ساتھ ٹوٹ پڑے ہیں بالکل اسی طرح جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی کی ہے: (يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا) ترجمہ: "قریب ہے کہ دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے

والے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں“۔

جیسے کہ ہر چہار جانب سے دشمن ٹوٹ پڑتے ہیں مال غنیمت سمجھ کر اور لوٹا ہوا مال سمجھ کر کہ جس کا نہ کوئی پرسان حال ہو اور نہ کوئی نگران اور بچانے والا اور دفاع کرنے والا ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیماری کی اصل جڑ کی طرف رہنمائی کر دی ہے، اس لیے بالکل یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم اصل بیماری کے عارضی مظاہر میں الجھ کر رہ جائیں اور اصل بیماری کو بھول جائیں اور ادھر ادھر زخموں پر مرہم لگاتے پھریں؛ کیونکہ دشمنان اسلام دوسری جگہ تلاش کر زخم پیدا کر دیتے ہیں اور امت مسلمہ کو ان نئے زخموں کے بھرنے میں دوبارہ لگا دیتے ہیں، اس طرح امت مسلمہ اصل بیماری کا علاج کرنا بھول جاتی ہے، اور اس طرح یہ معاملہ دن بدن بڑھتا جاتا ہے۔

اس لیے مناسب یہی ہے کہ ہم اس اصل جڑ کی طرف توجہ دیں، اور اس اصل شناخت کی طرف دیکھیں جو مسلمان کے لیے ایک دینی توجہ کا مرکز ہے کہ بحیثیت امت اگر ہم نے اسے پورا کر دیا تو پھر حقیقت میں ہم دین کے مددگار ہوں گے اور پھر اس وقت اللہ تعالی ہمیں اپنی مدد سے محروم نہیں رکھے گا؛ کیونکہ اس وقت ہم دین کے حقیقی مددگار ہوں گے، اور اس وقت ہم حقیقت میں اللہ رب العالمین کی مدد اور اس کی نصرت کے مستحق ہوں گے اسی وقت ہم پر اللہ کا فضل و کرم اور احسان ہوگا، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت جن حالات میں ہوئی کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ آج کے حالات اس وقت کے مقابلے میں زیادہ سنگین ہیں؛ کیونکہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا گیا اس وقت سارے لوگ کافر تھے، آپ نے انہیں

ایک ہی اسلوب میں سمجھایا اور ایک ہی راستے کی طرف بلایا؛ تاکہ عبادت کریں صرف ایک رب کی، اس اکیلے معبود کی جو تنہا اور بے نیاز ہے، جسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، اور نہ ہی اسکے سوا کوئی پروردگار ہے، سو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسلوب اور منہج ایک ہی تھا، اور یہی اسلوب اور منہج تمام انبیاء ورسل کا بھی تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت دعوت یعنی کفار ومشرکین کو جن چیزوں کی طرف رہنمائی کی اور دعوت دی تھی آج ضرورت ہے کہ انہیں چیزوں کی طرف رہنمائی اور دعوت امت اجابہ یعنی امت محمدیہ دی جائے، بلکہ یہ اسکے زیادہ مستحق ہیں، کیونکہ یہ قبول حق کے زیادہ حریص ہوں گے اس لیے کہ یہ کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتے ہیں جسکی طرف رسولوں نے دعوت دی ہے، اور جسکی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دعوت دی تھی، اور جسکے معنی ومفہوم کو وہ سمجھتے تھے، اور انہیں یہ معلوم تھا کہ اسکا مطلب یہ ہیکہ عبادت صرف اللہ رب العالمین کی کرنا ہے، اور ساتھ میں یہ بھی اقرار کرتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی پروردگار نہیں ہے۔

چنانچہ اس وقت کے کفار ومشرکین یہ تسلیم کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں ہے، انہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں تھا، انہوں نے کبھی یہ دعوی نہیں کیا کہ اس کے علاوہ بھی کوئی خالق ہے، اور نہ یہ کبھی دعوی کیا کہ اسکے علاوہ بھی کوئی بادشاہت کا مالک یا زمین وآسمان کا مدبر ہے، سو وہ اقرار کرتے تھے کہ اسکے سوا کوئی پروردگار نہیں ہے لیکن کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کی تکذیب کرتے تھے یعنی اللہ رب العالمین کو تنہا معبود نہیں مانتے تھے۔

چنانچہ وہ ایک طرف ربوبیت کا اقرار کرتے تھے مگر دوسری طرف عبادت کی بہت ساری

صورتوں کو غیر اللہ کی طرف پھیرتے تھے، اس طرح وہ کافر ہی تھے چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت انہیں اسلام کی دعوت دی اس وقت وہ بت پرست تھے، کافر تھے، بتوں کی پوجا کرتے تھے، مورتیوں کی تعظیم وتقدیس کرتے تھے، عبادت کو اللہ رب العالمین کے علاوہ دوسروں کی طرف پھیرتے تھے، غیر اللہ کو اللہ رب العالمین کے پاس واسطہ اور سفارشی بناتے تھے، انہی کافروں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال کیا، اللہ رب العالمین نے آپ کے لیے ان کے خون کو حلال کیا، اسی طرح ان کے مال مویشی، ان کی ذریت، ان کی عورتوں، ان کے گھروں اور ان کی زمینوں کو مباح کیا؛ کیونکہ انہوں نے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کی تکذیب کی تھی۔

کیا ایسی قوم کامیاب ہوسکتی ہے جس کا شاعر محمود درویش ہو جو اپنے بعض اشعار میں کہتا ہو:

نا مي! فعين الله نائمة

عنا ...و أسراب الشحارير

ترجمہ: سو جاؤ! کیونکہ اللہ کی آنکھ ہم سے سو رہی ہے...

یہی مزاحمت کاری کا شاعر ہے، یقیناً یہ جھوٹا شاعر ہے، اس نے جو بھی کہا جھوٹ کہا، اللہ نے اسے ہلاک کیا وہی انصاف کے ساتھ اس کے ساتھ معاملہ برتے گا۔

یہ محمود درویش مقبوضہ سرزمین کا شاعر ہے، اسی کے بارے میں حسین مروہ اپنی کتاب (**دراسات نقدیہ فی ضوء المنهج الواقعی**، ص630) کے اندر کہتا ہے: اور ہم مارکسزم کے مبادیات کو پڑھنے لگے!! جس نے ہمارے دلوں کے جذبات اور امیدوں کو

جگا دیا اور ہمارے شعور کو بیدار کر دیا یہاں تک کہ ہم کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہونے کو اپنی ضرورت سمجھنے لگے؛ وہ پارٹی جو قومی حقوق اور مزدوروں کے سماجی حقوق کے دفاع کے لیے پیش پیش رہتی ہے، اور جب میں نے یہ محسوس کرلیا کہ میں اس پارٹی کی رکنیت اختیار کرنے کے قابل ہوں تو میں 1961ء میں اس پارٹی کے اندر شامل ہوگیا، پھر میری راہ کے نقوش متعین ہو گئے اور میری فکر دن بدن واضح ہوتی گئی اور میں مستقبل کی طرف اعتماد و یقین کے ساتھ دیکھنے لگا، سو اسی پارٹی میں شامل ہونے کے بعد میرے سلوک و برتاؤ اور میرے شعور و فکر پر فیصلہ کن اثرات مرتب ہوئے۔

یہ کچھ فیصلہ کن اثرات ہیں جنہیں ہم اسلامی مزاحمت کار تحریک (حماس) کے رہنماؤں کو ہدیہ کرتے ہیں جنہوں نے اس ملحد کی موت پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اس کی تعزیت پیش کی تھی۔

محمود درویش اپنے دیوان (المحاولہ نمبر 7، صفحہ 29) میں کہتا ہے: (پاک ہے وہ جو میری رگوں کو اپنے ہاتھوں تک لے گئی)۔

اور ص 32 پر کہتا ہے: (ہر قاضی پیشین گوئی اور غلطی میں قصاب تھا، ہم نے اختلاف کیا جس وقت سب بٹ چکے تھے، پٹرول کا شہر رحمن کی جنت میں سیٹ کی بکنگ کر رہا تھا، میرے لہو کو چھوڑ دیا اشیائے فطرت اور معبود کے درمیان گفتگو کی روشنائی بنا کر، میرے لہو کو چھوڑ دیا شہر کی فصیلوں اور غازیوں کے درمیان گفتگو کی زبان کے طور پر، میرا لہو انبیاء کا ڈاک اور وسیلہ ہے۔

محمود درویش فلسطینی کمیونسٹ پارٹی کا رکن ہے، یہ وہی شخص ہے جس نے ویانا کانفرنس کے

اندر اسرائیلی کمیونسٹ پارٹی" راکاح" کا علم بلند کیا تھا تاکہ دنیا والوں کے سامنے یہ ثابت کرسکے کہ یہ بھی ترقی یافتہ قوتوں کی وحدت کا علمبردار ہے اور جسے یہ لوگ" عرب-اسرائیل اتحاد" کا نام دیتے ہیں۔

مقبوضہ فلسطین کا شاعر محمود درویش اپنے مذکورہ دیوان کے صفحہ 19 پر کہتا ہے: (یہ دیکھو ہم طہارت اور گناہ کے درمیان ہیں؛ دو چیزیں جو باہم گتھم گتھا ہیں، گویا کہ دوست و احباب چاک کے دائرے کی مانند ہیں جو فنا اور بقاء دونوں کے درمیان سرگرم ہیں، اور ہم اپنی پیدائش کا بوجھ لے کر چل رہے ہیں جس طرح ایک بانجھ عورت حمل کا خواب دیکھتی ہے۔

اے سرزمین فلسطین!! تو تو ایک مدت تک اللہ کا منارہ اذان رہی ہے، ایک زمانے تک فوجیوں کا ٹھکانہ رہی ہے، تو سنوبر تھی جو اللہ کے قریب کرنے والی ہے، تو سنوبر تھی جو زخموں کو ستارہ بنانے والی ہے، تو سنوبر تھی جو انبیاء کو جنم دینے والی ہے)۔

ہم اللہ سے توبہ اور استغفار کرتے ہیں اور الحاد و ملحدین ہر دو سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔

کیا یہ ممکن ہے کہ ایک ایسی قوم یہودیوں پر غالب آجائے جس کا شاعر اس طرح کے لوگ ہوں؟!!

غالب وہ قوم ہوتی ہے جس کا شاعر صحابی رسول حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جیسا ہوتا ہے جو صرف اللہ کی طرف رجوع کرنے والا موحد اور مخلص ہوتا ہے۔

توحید کا ایشو پوری امت کا ایشو ہے، اگر اس کے اندر خلل پایا گیا تو یہی اصل بیماری ہے۔

آپ یہاں وہاں جو زخم والم دیکھ رہے ہیں جو کبھی افغانستان میں ظاہر ہوتا ہے تو کبھی عراق میں، کبھی صومال میں ظاہر ہوتا ہے تو کبھی زخم خوردہ فلسطین میں، کبھی یہاں تو کبھی وہاں، آج اس جگہ تو کل کسی دوسری جگہ، اور یہ مسلسل ہوتا رہے گا جب تک لوگ اپنے اصلی ایشو سے غافل رہیں گے۔

ہماری لڑائی زمین کے کسی ٹکڑے پر نہیں ہے، ہماری یہ لڑائی کسی وطن کے لیے نہیں ہے گر چہ وطن اسلامی ہے جس سے محبت کرنا ضروری ہے، اور اس وقت یہ محبت ایمان کا حصہ بن جاتا ہے، اس لیے کہ وہ اسلامی وطن ہے، مگر وہی بذات خود محبوب نہیں ہے؛ کیونکہ کوئی زمین کسی کو مقدس اور معظم نہیں بناتی بلکہ انسان کو اس کا عمل مقدس بناتا ہے۔

جب کوئی آ کر یہ کہتا ہے کہ ہماری اور یہود کی لڑائی دینی اور عقدی لڑائی نہیں ہے بلکہ یہ اس سرزمین کے حاصل کرنے کے لیے ہے جسے ہم سے چھین لیا گیا ہے، اس حق کے حصول کے لئے ہے جسے ہم سے غصب کرلیا گیا، ان لوگوں کی خاطر ہے جن پر ظلم کیا گیا اور جن کے حقوق کو دبا دیا گیا، یہ حسن بنا کا کلام ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔

چنانچہ حسن بنا کہتے ہیں کہ یہودیوں سے ہماری لڑائی دینی نہیں ہے؛ اس لیے کہ قرآن کریم کے اندر یہودیوں سے دوستی کرنے اور ان کے ساتھ مل کر رہنے پر ابھارا گیا ہے۔

حسن بنا کے اس قول کو اخوانی محمود عبدالحلیم نے اپنی کتاب "الاخوان المسلمون أحداث صنعت التاريخ: 1 / 409) کے اندر نقل کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم ایسی بات انہوں نے کہاں سے اخذ کیا ہے؟! اور اللہ تعالی نے قرآن کے اندر کس جگہ یہودیوں سے دوستی کرنے اور ان سے مل جل کر رہنے پر ابھارا ہے؟! کیا وہ یہی قرآن ہے جسے آخری پیغمبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے؟! جس کے اندر ہمارا رب فرماتا ہے: (لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا) ترجمہ: یقیناً آپ ایمان والوں کا سب سے زیادہ دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پائیں گے۔(المائدہ:82)۔

حالانکہ یہودی اپنے بچوں کو بچپن ہی سے یہ سکھاتے ہیں کہ انکے اور مسلمانوں کے درمیان جو لڑائی ہے وہ عقیدے اور دین کی لڑائی ہے، اگر آپ انکی کتابوں کو دیکھیں گے تو جاری لڑائی کی جھلک واضح طور پر پائیں گے۔

یہودیوں کے نزدیک جوئیم یعنی غیر یہودیوں کا قتل تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے، یہودیوں کے نزدیک جوئیم ہر وہ شخص ہے جو یہودی نہ ہو۔ان کی کتابوں میں واضح طور پر یہ لکھا ہوا ہے کہ "اگر تم جوئیم کو ایسی جگہ پاؤ جہاں پر کوئی دوسرا نہ دیکھ سکے اور اسے تم قتل کرنے پر قادر رہو تو اسے قتل کردو؛ کیونکہ تم اس کے خون کے ذریعے یھوہ کا تقرب حاصل کروگے"۔

یھوہ یہودیوں کا معبود ہے جسے یہودیوں نے خود گڑھ رکھا ہے جسے انہوں نے ظالم، فاسق، بدکردار، سخت دل اور شرارت پسند سرکش ثابت کیا ہے، وہ زمین پر اسی لیے اترتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو مار سکے اور کسی کا پیر توڑ سکے۔انہوں نے اپنے اس منگھڑت معبود اور انبیاء کے درمیان دشمنی دکھا رکھی ہے۔

اس کے علاوہ بھی بہت سارے حقد وحسد اور دشمنی کے اوصاف اپنے اس من گھڑت معبود کے تعلق سے انہوں نے لکھ رکھا ہے جسے یہ پوجتے ہیں اور جس کی پرستش کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کا معبود وہ نہیں ہے جسے ہم رب مانتے ہیں اور جس کی ہم عبادت کرتے ہیں، ہمارا رب سارے جہان کا معبود ہے، وہ اکیلا ہے، تنہا ہے، یکتا اور بے نیاز ہے، اس کی مثل کوئی نہیں ہے، نہ اس کا کوئی ساجھی ہے اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے؛ ارشاد باری تعالی ہے: (لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ) ترجمہ: اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ [الشوری: 11]۔

وہ تو ہم سے عقیدے اور دین کی بنیاد پر لڑ رہے ہیں جبکہ ہم مزاحمت کاری تحریکوں کے ذریعے بھی ان سے عقیدے اور دین کی بنیاد پر نہیں لڑ رہے بلکہ اللہ کے دشمنوں سے ہم دوستی رکھتے ہیں تاکہ اللہ کے ان دشمنوں کو شکست دے سکیں!! ایسا کبھی نہیں ہوسکتا ہے؛ نہ اللہ کے منہج میں اور نہ ہی اس عقیدے میں جن پر ہمیں اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا ہے اور جس کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔

اس وقت سرزمین فلسطین میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ کچھ بھی مختلف نہیں ہے صبرا اور شاتیلا مہاجر کیمپوں سے کہ جس وقت رافضی تحریک "امل" نے وہاں موجود اہل سنت مسلمانوں کو ایک طرف سے ذبح کر دیا تھا حتی کہ اسپتالوں میں چارپائی پر موجود مریضوں کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔ (اخبار سنڈے ٹیلی گراف، مورخہ 27/5/1985)۔

تحریک امل جس کا رہنما اس وقت ایڈوکیٹ نبیہ بری تھا جو اس وقت لبنانی پارلیمنٹ کا

چیئر مین تھا، مجھے نہیں معلوم کہ وہ اب بھی چیئر مین ہے یا نہیں، پھر بعد میں اس رافضی تحریک نے اپنا نام بدل کر حزب اللات رکھ لیا جسکا لیڈر ایک ایسا شخص ہے جسے عربوں کا خمینی کہا جاتا ہے، جسکا منہج اور عقیدہ رافضی ہے، اس نے آکر اہل سنت عربوں کے درمیان اختلاف اور انتشار پیدا کر دیا ہے اور انہیں جذباتی بنا کر آپس میں لڑانے کا کام کیا ہے، اہل سنت رعایا اور ان کے حکمرانوں کے درمیان حقد وحسد پیدا کر کے آپس میں ایک دوسرے کا دشمن بنایا؛ تاکہ سنی ممالک میں خانہ جنگی پیدا ہو، یقینا ایسی گھناونی سازش روافض ہی کر سکتے ہیں کہ جس کے پیچھے صرف تین لوگوں کے مفاد وابستہ ہوتے ہیں:

- پہلے نمبر پہ روافض۔
- اور دوسرے نمبر پہ یہود۔
- تیسرے شیطان۔

اس تحریک کا صرف کام ہی یہی ہے کہ یہ مسلم قوموں اور ان کے حکمرانوں اور حکومتوں کے درمیان دشمنی کی آگ بھڑکاتی رہے۔

اور یہ معلوم ہیکہ ایک وہ عام مسلمان جو کسی قول وقرار کا پاس ولحاظ نہیں کرتا وہ خود کو آزاد سمجھتا ہے، جو چاہے وہ بولتا ہے؛ کیونکہ وہ صحابہ وتابعین کے فہم کے مطابق کتاب وسنت کا پابند نہیں ہوتا۔

مسلمانوں کے لہو اور ان کی لاشوں کو دیکھ کر لوگوں کے جذبات بھڑکیں گے، لوگ بے قابو ہوں گے، اور یہ لوگوں کے جذبات آندھی بن کر جوالا مکھی کی طرح ادھر ادھر پھیل جائیں گے، یقینا

یہ بڑی خطرناک اور سنگین نتائج کا پیش خیمہ ہوگا، ایسی صورت میں ضروری ہے کہ ہم لوگوں کے جذبات کو شریعت کا پابند بنائیں ان کی صحیح رہنمائی کریں؛ کیونکہ ایسی صورت میں بھول اور نادانی میں بہت سارے خون بہہ جاتے ہیں، عزتیں تار تار ہو جاتی ہیں، املاک تباہ ہو جاتے ہیں، گھر برباد ہو جاتے ہیں صرف اس وجہ کہ ان کی صحیح رہنمائی نہیں ہوتی، انہیں پابند شریعت نہیں بنایا جاتا، اللہ رب العالمین کے دین اور سید المرسلین کے منہج اور طریقے پر انہیں لایا نہیں جاتا۔

اس کا حل اللہ کے کلام اور وحی معصوم میں ہے نہ کہ افکار ونظریات اور انسانی اصول وضوابط اور جماعت اور تنظیمات میں، بلکہ ضروری ہے کہ اللہ رب العالمین کے دین کی طرف رجوع کیا جائے، کتاب اللہ کی طرف رجوع کیا جائے، اللہ کی مراد کے مطابق اسے سمجھا جائے، سنت کی طرف رجوع کیا جائے اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مراد کے مطابق سمجھا جائے، ساتھ میں صحابہ اور تابعین کے فہم کے مطابق کتاب وسنت کو سمجھا جائے۔

آج کا یہ ایشو رفاہی اور خیراتی ایشو نہیں ہے کہ لوگوں کی امداد اور خیرات کو اور ان کے تعاون کو اکٹھا کیا جائے، یہ ایک اچھی چیز ہے اور بلا اختلاف یہ ضروری بھی ہے بلکہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرے؛ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی ہے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلَى رَاحِلَةٍ لَهُ، قَالَ: فَجَعَلَ يَصْرِفُ بَصَرَهُ يَمِينًا وَشِمَالًا،

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا زَادَ لَهُ"، قَالَ: فَذَكَرَ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَ حَتَّى رَأَيْنَا أَنَّهُ لَا حَقَّ لِأَحَدٍ مِنَّا فِي فَضْلٍ.

ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر پر تھے، اس دوران اچانک ایک آدمی اپنی سواری پر آیا اور اپنی نظر دائیں بائیں دوڑانے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس کے پاس ضرورت سے زائد سواری کا اونٹ ہو تو وہ اس کے ذریعہ اس کی خیرخواہی کرے، جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس ضرورت سے زائد توشہ ہو، وہ اس کے ساتھ اس سے حسن سلوک کرے، جس کے پاس زادراہ نہیں ہے۔" حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی بہت سی اقسام کا ذکر کیا حتی کہ ہم نے یہ سمجھا، ہم میں سے کسی کا فالتو چیز پر حق نہیں ہے۔" (صحیح مسلم:1728)۔

جی ہاں! یہ امداد اور تعاون واجب ہے جب تک کہ ایک مسلمان بھائی اس کا محتاج ہے، ضرورت مند ہے اور وہ سخت محتاجگی اور فاقے کی زندگی بسر کر رہا ہے، بھوک اور پیاس کو برداشت کر رہا ہے، مگر یہ مرحلہ وار فرض ہے جو منزل تک پہنچانے والا ہے نہ کہ وہی منزل اور مطلوب ہے۔ اس طرح کا امداد کافر اور کمیونسٹ تنظیمیں بھی کرتی ہیں جن کا آخرت پر ایمان نہیں ہوتا، انسانیت کے نام پر ملحد خیراتی ادارے بھی اس طرح کا تعاون پیش کرتے ہیں، بہت ساری مغربی تنظیمیں اور خیراتی ادارے جو پوری دنیا میں انسانوں تک اپنا تعاون پہنچاتے ہیں ان کی

اکثریت مسلمان نہیں ہوتی ہے نہ ہی وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں بلکہ وہ آپ کو گالی دیتے ہیں، برا بھلا کہتے ہیں بلکہ اسلام پر بھی وہ طعن و تشنیع کرتے ہیں، اس پر بربریت، تشدد اور دہشت گردی کا الزام لگاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ظلم و بربریت کو دیکھ کر انسانی جذبات کے تحت لوگ اس طرح کا امداد پیش کرتے ہیں اور کچھ تو ایسے ہوتے ہیں جو نیک نامی اور ریا و نمود کی خاطر کرتے ہیں، مگر امت مسلمہ بدعت و خرافات کی قربان گاہوں پر اپنی روحانی اور مالی طاقتوں کو ضائع کر رہی ہے جسکا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا ہے۔

یہاں انکا مقصد انارکی ہڑبونگ اور فساد برپا کرنا ہوتا ہے جس کے لیے حسن نصر اللہ اور صفوی فارسی مجوسی حکومت کے دیگر حاقد مجرمین کا استعمال کیا جاتا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں، ان کی تکفیر کرتے ہیں، امہات المومنین پر بدکاری کا الزام لگاتے ہیں، جو قرآن میں کمی اور تحریف کا عقیدہ رکھتے ہیں جیسا کہ ان کے مجوسی خمینی کا دعوی ہے۔

اور جہاں تک لبنان میں موجود ان کے عربی خمینی کی بات ہے تو یہ وہاں پر برابر بھونکتا رہتا ہے، وہاں کے اہل سنت مسلمانوں کو بھڑکاتا رہتا ہے جبکہ یہ بالکل غافل ہوتے ہیں؛ یہ نہ ان کے مقاصد کو سمجھتے ہیں اور نہ یہ نتائج سے آگاہ ہوتے ہیں، اور نہ انہیں یہ پتہ ہوتا ہے کہ یہ پہلے کہاں تھا، حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی اسی رافضی تنظیم "امل" کا ایک رکن تھا جس نے فلسطینیوں کو ذبح کیا تھا اور ایک طرف سے ان کا قتل عام کیا تھا، اس وقت کسی ایک بھی عربی نامہ نگار کو اجازت نہیں دی گئی تھی نہ ہی کسی عربی اخبار کو یہ اجازت ملی تھی کہ وہ اس مجرمانہ قتل عام کے حادثے پر جائے اور اس خبر کو نشر

کرے یا یہ کہ اس کی تصویر کشی کرے۔ (کویتی اخبار الوطن، مورخہ 27 / 5 / 1985)۔

اس قتل عام کے بارے میں جو بھی خبریں موصول ہوئی ہیں وہ سب اجنبی کفار کے ذریعے سے جو نا تو عرب تھے اور نہ ہی مسلمان تھے اور نہ ہی کوئی فلسطینی نامہ نگار تھا، ان کی گواہیاں آج بھی تاریخ میں باقی ہیں ہر اس سنی مسلمان کے لیے جو اس کے بارے میں پڑھ کر اپنے حقیقی دشمن کو پہچان سکے اور تا کہ اسے یہ معلوم ہو کہ وہ اپنا قدم کس جگہ رکھ رہا ہے، مگر جہاں تک غفلت میں سوئے ہوئے اہل سنت کا تعلق ہے تو یہ انہیں آج تک گمراہ کرتے اور دھوکہ دیتے چلے آ رہا ہے۔

ہم نے عرب فسادیہ جیسی آندھی اور طوفان کے وقت بھی اس تعلق سے گفتگو کی تھی، ہم نے باطل کے سامنے کبھی بھی اپنے سر کو نہیں جھکایا تا کہ کم سے کم ہم اپنی ذمہ سے بری ہو جائیں اور امت کو نصیحت کرتے رہیں۔

ہم نے شیخ قرضاوی کو بھی حق کی طرف دعوت دی تھی کہ جس سے وہ اس وقت بھٹک گئے تھے اور یہ کہنے لگے تھے کہ (ہمارے اور ہمارے شیعہ بھائیوں کے درمیان بہت تھوڑا اختلاف ہے!! مثال کے طور پر وہ کہتے ہیں کہ وہ قرآن جو ہمارے ہاتھوں میں ہے اس میں تھوڑی بہت کمی ہے...)۔

میں نے کہا تھا کہ حضرت! آپ اس کو تھوڑا اختلاف کہتے ہیں!! یہ تو کفر ہے؛ کیونکہ جو یہ کہے کہ جو قرآن ہمارے ہاتھوں میں ہے اس کے اندر ایک حرف کی کمی ہے تو وہ کافر اور مرتد ہوگا، جو یہ کہے کہ اس کے اندر ایک حرف کا اضافہ ہے تو وہ بھی کافر اور مرتد ہوگا، وہ قران کی تکذیب کرنے والا ہوگا جس میں اللہ تعالی فرماتا ہے: (إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ) ترجمہ:

ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں [الحجر:9]۔

لیکن اللہ نے انہیں شرح صدر عطا کیا اور وہ بعد میں حق کی طرف واپس آگئے اور حزب اللہ کی حقیقت کو پہچان گئے؛ چنانچہ انہوں نے ان کے خلاف کلام کیا اور ان پر حملہ کیا، لیکن جو ان کے سابق ساتھی تھے وہ ان سے لڑنے لگے، ان کی مخالفت کرنے لگے اور ان کی بات کو قبول نہیں کیا۔ چنانچہ آج بھی اہل سنت کے یہاں روافض کے حلیف اور دوست پائے جاتے ہیں جبکہ انہی میں سے قرضاوی بھی اور سعید حوی جیسے بلند پائے کے لوگوں نے ان کے فساد اور ان کی حقیقت کو واضح کر دیا ہے اور ان کے مردود مجوسی خمینی کا یہ قول نقل کر دیا ہے جو وہ کہا کرتا تھا کہ اللہ کی قسم! بہتر ہوتا کہ اگر اللہ اسی قرآن کو محفوظ رکھتا جو محمد پر نازل ہوا تھا اور تحریف سے خالی تھا۔

خمینی اپنی کتاب کشف الاسرار کے اندر صفحہ 116 کے اندر کہتا ہے: (ہم ایسے معبود کی عبادت کرتے ہیں جس کے اعمال کے بارے میں ہمیں پتہ ہے کہ وہ عقل کی بنیاد پر مرکوز ہیں، وہ ایسا کوئی کام نہیں کرتا جو عقل کے خلاف ہو، ہم ایسے معبود کی عبادت نہیں کرتے ہیں جو عبادت، عدالت اور دین پرستی کے نام پر عالی شان محل قائم کرے اور پھر اسی کو اپنے ہاتھ سے ڈھا دے، ہم ایسے معبود کی عبادت نہیں کرتے ہیں جو یزید، معاویہ اور عثمان جیسے حملہ آور فسادیوں کو خلافت و امارت سے نوازے اور یہ کہ نبی کے بعد کون سا مطلوب شخص ہے جو ہمیشہ کے لیے ظلم و جور سے روکنے والا ہو اس کی تحدید بھی نہ کرے)۔

آگے مزید کہتا ہے کہ (ہر نبی عدل قائم کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا، اس کا مقصد یہی تھا کہ وہ عدل و انصاف کو دنیا میں قائم کرے مگر وہ عدل و انصاف قائم کرنے میں ناکام رہے حتی کہ خاتم

الانبیاء بھی جو کہ بنی نوع انسانیت کی اصلاح کے لیے، انہیں مہذب بنانے کے لیے اور دنیا میں عدل وانصاف قائم کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے انہیں بھی اس کی توفیق نہیں مل سکی، یقینا پورے طور پر عدل و انصاف کو ساری دنیا میں امام مہدی منتظر ہی آ کر قائم کریں گے)۔ (مختارات من احادیث وخطابات للامام الخمینی: 2/42)۔

حتی کہ اللہ تبارک وتعالی کی ذات گرامی بھی اس خبیث مردود کی زبان سے محفوظ نہیں رہ سکی، چنانچہ اللہ کی ذات پر بھی اس نے طعن وتشنی کیا جس طرح سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس نے طعن وتشنیع کیا۔

اور جہاں تک حزب اللات کے سرغنے کا تعلق ہے جو کہ اہل سنت مسلمانوں کے درمیان اختلاف وانتشار اور دشمنی بھڑکانے کا کام کرتا ہے، جو خون، زمین اور مٹی کے نام پر لوگوں میں انارکی اور ہڑبونگ پیدا کرتا ہے، جس کی یہ پوری کوشش ہے کہ سنی عرب ممالک کے درمیان خانہ جنگی بھڑکا کے رکھے تو وہ بھی خمینی ہی کے منہج اور عقیدے پر قائم ہے۔

چنانچہ حزب اللات لبنان میں ایک ایرانی تنظیم ہے یا ایران میں ایک لبنانی تنظیم ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں۔

جو بھی ان کے قتل عام کے واقعے کو سنے گا جسے کسی مسلمان نے نقل نہیں کیا ہے کیونکہ انہیں وہاں تک پہنچنے ہی نہیں دیا گیا بلکہ اسے غیر مسلم معتبر نامہ نگاروں نے نقل کیا ہے تو اسے اچھی طرح اس قتل عام کی شناخت اور قباحت کا پتہ چلے گا جو فلسطینی مسلمانوں کے خلاف (صبرا شاتیلا) کیمپوں میں پیش آیا تھا جہاں پر انہیں گولیوں سے بھون دیا گیا تھا، چند افراد کے علاوہ کسی کو نہیں چھوڑا گیا

تھا،عورتیں، بوڑھی عورتیں، بچے اور بوڑھے عمر دراز حتی کہ چھوٹے بچے بھی ان کی ظلم و بربریت سے نہیں بچ سکے تھے،سب کو ایک طرف سے انہوں نے قتل کر دیا تھا اور ان کے جسموں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔

چنانچہ آج کوئی ہمیں گمراہ کرنے نہ آئے اور ہمیں ہمارے راستے اور منہج سے بھٹکانے نہ آئے، ہم جانتے ہیں کہ ہمارے دشمنوں کے ساتھ یہ بھی ہمارے دشمن ہیں۔

یہودیوں پر اللہ کی لعنت ہو، اللہ انہیں ذلیل وخوار کرے، یہ جہاں بھی رہیں ذلت و رسوائی کی زندگی گزاریں، یہ ایک کمزور اور بزدل قوم ہے مگر یہاں پر سب سے اہم یہ ہے کہ اس بزدل قوم کے سامنے لڑنے والے کون ہیں۔

گوریلا جنگ اور خندقوں کی لڑائی میں عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو خطرے میں ڈالنے سے خالی نہیں ہوتا ہے؛ کیونکہ یہ ایسی قوم ہے جو کسی عہد و پیمان کا پاس ولحاظ نہیں کرتی ہے۔ممکن ہے کہ مزاحمت کاروں کے ہاتھوں ان کا کوئی آدمی مارا جائے یا کوئی عورت ماردی جائے،کوئی مکان ڈھا دیا جائے مگر ایسے مزاحمت کاروں کے ذریعے مسلمانوں ہی کا نقصان ہوا ہے؛ کیونکہ ایک منظم فوج کے سامنے یہ لڑائی چھیڑ کر مزید مسلمانوں کی زمینوں کو گنوانے کا کام کرتے ہیں اور نتیجہ سوائے نقصان کے کچھ نہیں برآمد ہوتا ہے۔

چنانچہ بعد میں یہی ہوتا ہے کہ ایک نجس یہودی کے خون کے سامنے،ایک بدبودار یہودی لاش کے بدلے سینکڑوں باعزت مسلمانوں کی لاشیں ہوتی ہیں جن میں مرد عورتیں بوڑھے اور بچے سب شامل ہوتے ہیں، ان میں کوئی لڑاکو نہیں ہوتا،کوئی مزاحمت کار نہیں ہوتا صرف یہی نہیں

بلکہ ان لاشوں کے ساتھ سینکڑوں زخمی بھی ہوتے ہیں جن میں کچھ تو نازک پوزیشن میں ہوتے ہیں اور کچھ ہلکے زخم والے ہوتے ہیں۔

کیا اسی کو بدلہ کہتے ہیں؟!

کیا اسی کو برابری کہتے ہیں؟!

کیا ہمارا خون اس قدر ارزاں ہو چکا ہے؟!

اگر یہ سب معلوم ہے تو پھر ہم ایسے مزاحمت کاروں سے دھوکے میں کیوں ہیں؟!

یہ قتل و غارت گری کو جواز فراہم کرنے کے لیے کوئی بھی وسیلہ نہیں چھوڑتے ہیں، یہ ہر ایک کو معلوم ہے لیکن اس کا کیا طریقہ ہے اور اس کا کیا حل ہے؟

ہم کہاں سے شروع کریں؟!

یقیناً ہمیں وہیں سے آغاز کرنا ہوگا جہاں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آغاز کیا تھا۔

ہمیں اللہ کی خاطر لڑنا ہوگا؛ تاکہ اللہ کا کلمہ سر بلند ہو، ہم اس کے علاوہ اور کسی دوسرے مقصد سے لڑائی نہیں کریں گے۔ چنانچہ وہ فوجی اور مجاہد جو لڑتا ہے اس لیے تاکہ اللہ کا کلمہ سر بلند ہو تو وہی درحقیقت اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہوتا ہے جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

یہ معلوم ہے کہ حالیہ نئے امریکی انتظامیہ کے آنے سے پہلے جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے وہ دراصل کسی خاص مقصد سے انجام دیا گیا ہے، میں کوئی سیاسی آدمی نہیں ہوں اور نہ ہی ہمیں سیاست کے بارے میں زیادہ ادراک ہے اور نہ ہی میں ایسا چاہتا ہوں، بلکہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ

تعالی نے ہمیں اس سے محفوظ رکھا ہے۔

یہ کسی مسلمان سے مخفی نہیں ہے خواہ اسے تھوڑی ہی اطلاع ہو اسے یہ معلوم ہو گا کہ 2003 میں امریکی انتظامیہ کی جانب سے ایک تحقیقی کمیٹی تشکیل دی گئی تا کہ وہ فلسطینی ایشو کی تحقیقات کر کے اسے حل کرنے کا ایک خاکہ پیش کرے، چنانچہ تحقیقات کر کے اسکا خاکہ پیش بھی کر دیا گیا اور پھر اسے شائع بھی کیا گیا جواب کوئی راز نہیں رہ گیا ہے، اس کے بارے میں دنیا کے سارے حکمرانوں اور سیاست دانوں کو علم ہے، بلکہ پڑھے لکھے تمام لوگ اسے جانتے ہیں بطور خاص جو اخبارات، میگزین اور بلیٹن کو پڑھتے اور سنتے ہیں، یہ سب اسے جانتے ہیں، وہ کیسا حل ہے؟! اسے آج میں بھی نقل کر رہا ہوں جو بہت ہی ہولناک امر ہے، اس پر توجہ دینا ضروری ہے، کیونکہ اسے نظر انداز کرنا بہت بڑی تباہی کا پیش خیمہ ہو گا لیکن اللہ تعالیٰ ہر چیز کو آسان کر دیتا ہے جب اس میں عقیدہ توحید کی برکت آجاتی ہے، اور لا الہ الا اللہ کا حقیقی معنی شامل ہو جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ فلسطین کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے ایسی کمیٹی تشکیل کیوں دی گئی؟ فلسطینی ایشو کو حل کرنے کے لیے شرکیہ کفریہ اور الحادی کمیٹی کیوں بنائی گئی؟! ایسی کمیٹی کیوں نہیں تشکیل دی گئی جو برحق اور انصاف پسند ہو بلکہ ایسی کمیٹی بنائی گئی جو ظلم و جور اور زیادتی پر مبنی ہے؟!!

چنانچہ اس کمیٹی نے یہ پاس کیا ہے ان فلسطینیوں کو جو مغربی کنارے میں رہتے ہیں انہیں اردن بھیج دیا جائے اور جو غزہ پٹی پر رہتے ہیں انہیں صحرائے سیناء میں بھیج دیا جائے!!

ان کی دلیل یہ ہے کہ محمد علی پاشا کے زمانے سے لے کر مصری انقلاب 1919 تک سیناء غیر مصری رہا ہے، یہ علاقہ اس زمانے میں مصریوں کا کبھی نہیں رہا ہے، چنانچہ یہ کہتے ہیں کہ وہاں

سیناء کے اندر ایک علاقہ ہے جو مصری نہیں ہے وہاں پر کچھ شامی اور کچھ اجانب رہتے ہیں جو مصری نہیں ہیں۔

اسی بنیاد پر یہ کہتے ہیں یہ سارا سیناء مصری نہیں ہے، اسی کو دلیل بنا کر کہتے ہیں کہ وہاں فلسطینیوں کو بسانے میں کوئی حرج نہیں ہے، فلسطینیوں کے جانے کے بعد وہ ان کا وطن ہو جائے گا۔

یہی اس کمیٹی کی وصیت ہے، اس بنیاد پر سیناء ایسی سرزمین ہے جہاں کوئی قوم نہیں رہتی ہے اور انکے گمان میں یہی معاملہ فلسطینیوں کا ہے کہ یہ بھی ایسی قوم ہے جس کی کوئی زمین نہیں ہے، اسی لیے آج ہم دیکھتے ہیں کہ غزہ پٹی کے لوگوں پر یہ دباؤ بنایا جا رہا ہے جو کہ ظلم وستم اور بربریت والا معاملہ ہے، دراصل ہونا یہ ہے کہ انہیں وہاں سے نکال کر سیناء میں بسا دیا جائے گا پھر انہیں اپنی زمین میں کبھی واپس نہیں جانے دیا جائے گا، پھر یہ فلسطینی ایشو مصری حکومت کے گلے میں پھنس کر رہ جائے گا پھر اس کے بعد کیا ہوگا کسی کو کوئی پتہ نہیں۔

اگر مصری حکومت اس میں مداخلت نہیں کرتی ہے اور اس ظالمانہ پلان کو نافذ ہونے سے نہیں روکتی ہے تو یقینا اس کا یہ فائدہ اٹھائیں گے؛ کیونکہ یہ بہت ہی سنگین معاملہ ہے، اس لیے کہ اگر غزہ پٹی کو وہاں کے باسندوں سے خالی کرا لیا گیا اور یہ ایک نہ ایک دن ایسا ہوگا؛ انہیں رفح بارڈر سے نکالا جائے گا، اور اگر مصری حکومت اس کی اجازت نہیں دے گی تو پھر ظلم و بربریت اور حیوانیت کا ننگا ناچ کر کے اسے پورا کیا جائے گا اور پھر غاصب صیہونی حکومت غزہ پٹی پر قابض

ہو جائے گی، اس کے بعد پھر یہ آواز اٹھے گی کہ اسے آزاد کرانے کے لیے نکلو! پھر اس وقت کون ہو گا اسے آزاد کرانے کے لیے؟!

فلسطینی قضیہ ابرالود ہو چکا ہے جبکہ یہ پہلے اور آخری درجے میں عقیدے کا قضیہ ہے، شروع سے آخر تک اسے ہمیں بصیرت کی نگاہ سے لینا چاہیے، مگر یہ بنیادی چیز ہمارے احساس اور شعور سے غائب ہے جسے ہمیں مشترکہ موضوع بنانا چاہیے، ہم مسلمانوں کو توحید اور عقیدے کی بنیاد پر اس موضوع کو لینا چاہیے مگر اسے ہم بھول بیٹھے ہیں؛ اسی لیے ہم یہ تمیز نہیں کر پا رہے ہیں کہ اس مسئلے میں کون سی چیز اصل کی حیثیت رکھتی ہے اور کون سی چیز مرحلہ وار اور وسیلے کی حیثیت رکھتی ہے، کون سی چیز شرعی اور دینی ہے اور کون سی چیز ذاتی اور شخصی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ ہم فلسطینی ایشو کے نام پر ہر آواز دینے والے کے پیچھے بھاگ پڑتے ہیں۔

اس وقت جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ دراصل اسی صہیونی صلیبی پلاننگ کی پریکٹیکل طور پر تطبیق و تنفیذ ہے جس کی پلاننگ بہت پہلے 2003 میں کر لی گئی تھی اور تاریک غاروں میں جس خاکے کو کھینچا گیا تھا، اس طرح یہ ہر طور پر اس سے مستفید ہو رہے ہیں، اور ایسا کر کے یہ اپنے گمان کے حساب سے اپنی کتاب کی مزعومہ پیشگوئی کو ثابت کر رہے ہیں جو ان کی تحریف شدہ مزعومہ تورات میں لکھا ہوا ہے کہ (مصر کی طرف سے وحی کی گئی اور وہ رب ہے جو تیزی سے ایک بدلی پر سوار ہے اور مصر کی طرف آ رہا ہے.... اور مصر کا دل اس کے اندر گھل جاتا ہے.... اور میں مصریوں کو مصریوں پر بھڑکاتا ہوں؛ تو ان میں سے ایک بھائی دوسرے سے جنگ کرتا ہے اور ان کا ایک

ساتھی دوسرے ساتھی سے ایک ایک شہر میں لڑائی کرتا ہے۔

اور مصر کی روح اندر ہی سے نکال لی جائے گی اور دریا سے پانی کو سکھا دیا جائے گا، نہر خشک ہو جائے گا، نہریں بدبودار ہو جائیں گی اور کمزور ہو جائیں گی، مصر کے سارے نالے سوکھ جائیں گے اور نیل پر موجود سارے نرکٹ اور باغ تباہ ہو جائیں گے، تمام کھیتیاں سوکھ کر تباہ ہو جائیں گی، اس وقت مصر عورتوں کی طرح ہو جائے گا اور لشکروں کے رب کے ہاتھ سے جو زلزلہ آئے گا اس سے کانپ رہا ہو گا، اس دن مصر کی سرزمین پر پانچ شہر ایسے ہوں گے جو کنعان کی زبان بولیں گے)۔(اشعیاء:19 /1-18.... یہاں پر کنعانی زبان سے عبرانی زبان کو مراد لیا ہے)۔

اس طرح دیکھا جائے تو اس ایشو سے یہ پورے طور پر فائدہ اٹھا رہے ہیں: کیونکہ ہمارے پاس اس ایشو کا جو بنیادی اور اصلی غایت اور اصول ہے وہ بالکل کمزور اور بھس پھسا ہو چکا ہے سوائے اس کے جس پر اللہ کا خاص رحم اور فضل و کرم ہے۔

اصل بنیاد اور دین کی روح جس کی طرف لوگوں کو بلانا چاہیے وہ وہی دین حق ہے جسے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں بالکل اسی طریقے سے جسے صحابہ نے سمجھا اور عمل کیا نہ کہ لوگوں کو ہم دعوت دیں اپنی اپنی خواہشات اور اپنی تاویلات کی بنیاد پر بلکہ ہمیں اسی طرح دعوت دینی چاہیے جس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے دی ہے، جب ہمارا دین یہ ثابت کرتا ہے کہ جو مردوں سے مدد مانگتا ہے اور جو زندوں میں غیر اللہ سے مدد مانگتا ہے ایسی چیزوں میں جس پر وہ قادر نہیں ہے سوائے اللہ کے تو وہ کافر ہے دائرہ اسلام سے خارج ہے، جب ہمارا دین یہ واضح کرتا ہے کہ جو غیر اللہ کو پکارتا ہے وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتا ہے، جب ہمارا دین

ہمیں یہ واضح طور پہ بتلاتا ہے کہ جادوگر کافر ہے جیسا کہ قرآن وسنت میں ثابت ہے اور اسی طرح جو کسی کاہن اور نجومی کے پاس جاتا ہے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرتا ہے اور اپنی قسمت کا سوال کرتا ہے تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی شریعت کا انکار کر رہا ہوتا ہے۔

جب ہمارا دین ان سارے امور پر یہ حکم لگاتا ہے اور یہ سارے امور امت کے جسم میں کینسر کی طرح پھیلے ہوئے ہیں مگر اس خطرناک بیماری کی طرف توجہ کوئی نہیں دے رہا ہے اور نہ ہی کوئی اسے جڑ سے ختم کرنے کے لیے آگے بڑھتا ہے؛ تاکہ امت اس کینسر سے نجات پا جائے اور اس دین برحق کی طرف واپس آجائے جسے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر مبعوث ہوئے ہیں، جب یہ سب بالکل واضح ہے اور اس امت میں ایک حقیقت بن کر سامنے موجود ہے مگر اسے ختم کرنے کے لیے بنیادی کوششیں صرف نہیں کی جا رہی ہیں پھر یہ امت غالب کیسے ہوگی جبکہ وہ اس شرک کو ختم کرنے میں کوتاہی سے کام لے رہی ہے؟! سن لیں! ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہی اصل بیماری ہے اور مسئلے کی اصل جڑ یہی ہے۔

وہ آدمی جس کے اندر دین کا جذبہ ہو وہ ملامت زدہ نہیں ہے ملامت تو اس پر ہے جو ان جذبات کو اس طریقے اور منہج پر استعمال نہ کرے جو طریقہ اور منہج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے، یہی امت ہے جو روٹی کپڑا اور رمز مومہ بھوک کے نام پر سڑکوں پر اتر جاتی ہے اور نعروں سے سڑکوں کو بھر دیتی ہے، تخریب کاری کرتی ہے، املاک کو تباہ کرتی ہے جبکہ انہیں بھوک نے چھوا تک نہیں ہوتا ہے کیا ایسی امت کوئی فیصلہ لے سکتی ہے؟!

ان میں تو کچھ ایسے ہیں جو اپنے فیصلے کو آخر سمجھتے ہیں حالانکہ وہ معصوم نہیں ہیں، کسی کو خائن

کہنا، کسی کی تکفیر کرنا، کسی کو فاسق اور بدعتی کہنا یہ سب درست ہے مگر اللہ اور اس کے رسول کے فرامین کی روشنی میں، کتاب وسنت کے واضح دلائل کی روشنی میں نہ کہ خواہشات نفس اور کھوکھلے جذبات کی روشنی میں۔

اس قضیہ اور ایشو کے فیصلے کا جو مالک بنے بیٹھے ہیں وہ اسے کبھی خفیہ اور کبھی اعلانیہ رپورٹوں کی بنیاد پر لمبی پلاننگ کے تحت وضع کرتے ہیں، اس پر نصف صدی گزر گئی مگر اس پلاننگ کا اعلان نہیں ہوا، معاملہ بہت پیچیدہ ہے، یہ ایسا مسئلہ ہے جس کا کوئی بھی پہلو واضح نہیں ہے اور نہ ہی سارے پہلوں کو محیط ہے۔ اس طرح کے پیچیدہ مسئلے میں آپ کا فیصلہ کوئی معنی نہیں رکھتا ہے جب تک کہ یہ امت اسے اسی دین برحق کی روشنی میں سمجھے اور پورے طور پر اس تعلق سے کوئی فیصلہ لے۔

اسی لیے اس طرح کے سنگین معاملات کو علماء ربانیین پر چھوڑ دینا چاہیے اس لیے کہ جو عالم نہیں ہوتا وہ کسی ایک چیز کو دیکھتا ہے اور بہت ساری چیزیں اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوتی ہیں مگر جو عالم دین ہوتا ہے اس کے سامنے اسلام ایک جسد کامل کی شکل میں ہوتا ہے، سارے اعضاء پر اس کی نظر ہوتی ہے، ایک عالم سر اور پیر کے درمیان فرق کرتا ہے، بال اور دماغ کے درمیان تفریق کرتا ہے، دل اور ناخن کو ایک جیسا نہیں سمجھتا ہے، ایک عالم سمجھتا ہے کہ اسے کس طرح فیصلہ لینا چاہیے اور کون سی بات کب کہنی چاہیے اور کس اسلوب میں پیش کرنا چاہیے۔

اسی لیے دینی امور میں عام بھیڑ کو بولنے کا اختیار نہیں دیا گیا ہے گرچہ وہ اعلی سے اعلی مناصب اور عہدے پر پہنچ چکے ہوں، منصب اور عہدہ ایک چیز ہے اور دینی امور الگ؛ اسی

لیے ہمیں دین کے معاملے میں اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے جب تک کہ ہمارے سامنے اس فیصلے سے متعلق تمام امور واضح نہ ہو جائیں اور اس کے تمام پہلوؤں پر ہم غور نہ کر لیں، کسی ایک چیز کو مد نظر رکھ کر ہم فیصلہ نہیں کر سکتے، ساتھ ہی ہمیں یہ غور کرنا ہوتا ہے کہ ہم سے پہلے سلف نے ایسے سنگین معاملات میں کس طرح فیصلے لیا کرتے تھے، ایسے امور میں صحابہ کا کیا موقف ہوتا تھا اور بعد کے تابعین اور تبع تابعین کس طرح ایسے مسائل کو حل کرتے تھے، لیکن اگر ہم ایسے سنگین مسئلے کی گہرائی میں نہ جا کر یوں ہی کسی ظاہری چیز کو دیکھ کر فیصلہ کرنے لگے تو پھر یہ غلطی نہیں بلکہ عظیم گناہ ہوگا اور اس طرح کا فیصلہ لینے والا گنہگار نہیں ایک بڑا مجرم ہوگا؛ کیونکہ ایسے ہی مسائل میں مسلمانوں کو بڑی بڑی تباہیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اسی لیے آپ کے لیے بالکل جائز نہیں ہے کہ کسی چیز کے بارے میں آپ فیصلہ کریں اور اس کے تمام پہلوؤں پر نظر نہ رکھیں تو یہ اس کے ساتھ ظلم ہوگا۔ چنانچہ ضروری ہے کہ جذبات کو دین کی معرفت کے ساتھ جوڑ کر رکھا جائے۔

سو سب سے پہلے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے عقیدے کی تصحیح کریں!

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس قضیہ کو یوں ہی ہم چھوڑ دیں اس حال میں کہ امت کا خون بہہ رہا ہو، لاشیں بکھری ہوئی ہوں، گھروں کو بموں سے اڑایا جا رہا ہو، زمین چھینی جا رہی ہو، بالکل یہ معنی نہیں ہے اور نہ ہی یہ مقصود ہے بلکہ یہاں یہ مقصود ہے اور یہی مناسب بھی ہے کہ ہر چیز کو حکمت کی نظر سے دیکھی جائے اور حکمت اور مصلحت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ قرآن کے اندر جو حکمت ہے اس سے مراد سنت ہے؛ اس لیے

ضروری ہے کہ ہم تمام جگہوں اور تمام پہلوؤں کا جائزہ لیں پھر اس کے بعد اس تعلق سے کوئی فیصلہ سنائیں۔(الرسالہ للامام الشافعی)۔

اس لیے بالکل مناسب نہیں ہے کہ ہم آپس میں خود ہی ایک دوسرے کو کھائیں اور ایک دوسرے کے گوشت کا خوراک بنائیں۔

انقلاب اور جذبات میں بہت بڑا فرق ہے؛ چنانچہ جذبات اس انفعالی کیفیت کو کہتے ہیں جو وقتی ہوتی ہے جس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی، جلد ہی وہ ختم ہو جاتی ہے، یہ پیالی میں طوفان کے مانند ہوتی ہے، چنانچہ بھیڑ بھٹکی ہوئی آوارہ بھیڑوں کی طرح ہوتی ہے اور عوام کو عوام کہتے ہیں اسی لیے؛ کیونکہ یہ العمی یعنی اندھے پن سے مشتق ہے جنہیں کچھ بھی سمجھ نہیں ہے اور نہ ہی انہیں کسی چیز کا ادراک ہوتا ہے: اسی لیے اہم اور سنگین مسائل میں امت کے اہل حل وعقد کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے جو لوگوں کو صحیح رہنمائی کرتے ہیں خواہ آزمائش سے گزرنا ہو یا صحیح راہ پہ چلنا ہو۔

امت کے اہل حل وعقد اور علماء ربانیین کو چاہیے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے عقیدے اور منہج پر متحد ہو جائیں، انبیاء ومرسلین کے دین پر ایک ہو جائیں، لا الہ الا اللہ کے حقیقی معنی کو فیصل مان لیں؛ وہ حقیقی معنی جس کی دعوت تمام انبیاء نے دی اور جس کی طرف تمام رسولوں نے لوگوں کو بلایا اور جسے لے کر خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں مبعوث ہوئے۔

آپ روئے زمین پر کہیں بھی ہوں لیکن کبھی یہ ماننے کے لیے تیار نہ ہو کہ آپ کو دو ایسی

چیزوں کو اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے جن میں سے سب سے آسان بھی کڑوا نظر آئے:

* پہلا آپشن:

ایک تو یہ کہ آپ کو امت کا خائن اور غیروں کا ایجنٹ مانا جانے لگے، آپ کو یہودی سازش کا شکار بتایا جانے لگے، شیاطین و کافرین کا بھائی بنا کر پیش کیا جائے اور ہر سازش کے پیچھے آپ کے ہاتھ ہونے کو مشہور کیا جائے!

تو یہ آپ بالکل قبول نہیں کریں گے؛ کیونکہ آپ اس طرح بالکل نہیں ہیں، کیا کوئی انسان اپنے ملک کے ساتھ خیانت کرے گا؟ اپنے دیش کے ساتھ غداری کرے گا؟

مجھے بڑا تعجب ہوتا ہے جب یہ سننے میں آتا ہے کہ کس طرح سے بہت سارے غدار قسم کے لوگ اپنے ہی ملک سے غداری کرنے لگتے ہیں!

کیا ایسا ممکن ہے کہ ایک انسان جو اپنے وطن میں پلا بڑا ہو پھر اسی کے ساتھ خیانت اور غداری کرے؟!

اگر خیانت کا معنی اسی طرح کی غداری ہے تو پھر مجھے نہیں معلوم کہ اس طرح کے غدار لوگ کیسے ہوتے ہیں؟!

مگر آپ بالکل خائن اور غدار نہیں ہیں، اور ان شاء اللہ نہ ہی کبھی ہو سکتے ہیں۔

یقینا آپ یہ بالکل پسند نہیں کریں گے کہ آپ کو خائن اور غدار کہا جائے اور آپ کے ساتھ ایسے خائنوں جیسا برتاؤ کیا جائے!!

* دوسرا آپشن:

یہ کہ اپ اپنے ملک سے برات کا اظہار کر دیں اپنے وطن پر لعن طعن کریں اپنے ہی وطن کو اور اس کے حکمرانوں کو خائن اور غدار کہنے لگے انہیں دین اسلام کے دائرے سے نکالنے لگے حق وانصاف اور عدل کے دائرے سے باہر کرنے لگیں حتی کہ دین اور انسانیت کے اندر بھی انہیں جگہ نہ دیں اپ کے پاس ان دونوں اپشن میں سے کسی ایک کا اختیار دیا جائے کہ اپ یا تو پہلا اپشن اختیار کریں یا!!

یعنی یا تو آپ ملک وملت کے خائن مانے جائیں گے یا پھر آپ اپنی قوم اور اپنے ہی اہل خانہ کے درمیان لعن طعن کرنے والے مانے جائیں گے جبکہ آپ نہ تو اس میں سے ہیں نہ اس میں سے ہیں!!

فلسطینیوں کے حق میں جو آواز بلند کی جاتی ہے ان کی ہمدردی اور ان کی امداد کے لیے تو محض عارضی چیز ہے یہ اصل بیماری کا علاج نہیں ہے۔

اور میں نے بہت پہلے یہ بات کہی تھی اور برابر کہتا رہا ہوں کہ ایک تجربہ کار طبیب کسی بیماری کی ظاہری چیزوں کو دیکھ کر علاج نہیں کرتا ہے، اگر کوئی ظاہر کو دیکھ کر علاج کرے تو وہ ناکام طبیب مانا جاتا ہے، گویا وہ ایک ظاہری اور عارضی معالج اور طبیب ہے وہ اصل بیماری اور بیماری کے سبب اور اس کے جڑ تک اسکی پہنچ نہیں ہے۔

اور میں اس کی مثال بیان کرتا ہوں کہ اگر کوئی مریض سخت سر درد کی شکایت کرے ایسا درد کہ جس سے اس کا سر پھٹا جا رہا ہو اور برداشت سے باہر ہو اور ایک طبیب جو اس کا علاج کر رہا ہے وہ اس کے اصل سبب کو جانے بغیر ظاہری درد کا علاج کرے اور اسے ایسی دوا دے دے جو

اس کے درد کو ختم کر دے اور سر کو پتھر جیسا سخت بنا دے جو کچھ دیر کے لیے درد ختم تو ہو جائے مگر پتہ چلے کہ ابھی زیادہ وقت نہیں گزرے تھے بلکہ کوئی چھ گھنٹے گزرے ہوں گے کہ اس کی آنکھ کی بینائی ختم ہو جاتی ہے اور پھر کبھی واپس نہیں آتی ہے، تو یہ انجام ہوتا ہے بیماری کی جڑ کا علاج نہ کر کے اس کے ظاہری عوارض کا علاج کرنے کا۔ اللہ ہمیں ایسے طبیبوں سے محفوظ رکھے اور ایسی بیماریوں سے دور کرے۔

چنانچہ یہ ہر ایک کو معلوم ہے اور یہ بہت ہی واضح ہے کہ ایسا طبیب جو ظاہری عوارض کا علاج کرتا ہے اور اسی کو ختم کرنے کے پیچھے پڑا رہتا ہے اور اس سے آگے نہیں بڑھتا ہے تو ایسا طبیب ناکام اور ناکارہ مانا جاتا ہے بلکہ یہ انسانیت کا دشمن اور مجرم گردانا جاتا ہے؛ کیونکہ وہ صرف مریض کو مزید بیماری میں مبتلا ہی نہیں کرتا ہے بلکہ اس کے بعض اعضاء کے تلف ہو جانے کا بھی سبب بنتا ہے جیسے کہ مذکورہ مریض کو بینائی سے ہاتھ دھونا پڑا۔

حقیقت یہ ہے کہ امت کے ساتھ اس طرح کے عارضی مسائل پیش آتے رہیں گے، یہ کبھی رکنے والے نہیں ہیں بلکہ دشمنان اسلام کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ امت مسلمہ کو ایسے ہی عارض مسائل میں الجھائے رکھا جائے، چنانچہ یہ کبھی نہیں سوچنا چاہیے کہ مسلمانوں پر کفار کی زیادتیاں کسی طرح رک جائیں گی، بالکل نہیں، ایسا کسی بھی مسلمان کو گمان بھی نہیں کرنا چاہیے بالخصوص ایسے مسلمان کو جسے اپنے دین کی سمجھ ہو اور جو اسلام کو اچھی طرح سمجھتا ہو؛ کیونکہ ایسے ہی مسلمان ان کا ٹارگٹ اور ہدف ہوتے ہیں، ان کی پوری کوشش ہوتی ہے جو امت مسلمہ کو ایسے ہی امور میں پھنسا کر رکھا جائے جن کے اندر اس کی ساری طاقت ختم ہو جائے، اس کے سامنے

تباہی نظر آئے، بم دھماکہ ہو، قتل وخون ریزی ہو، کروفر کا میدان ہو، پھر اس تباہی کے بعد آباد کاری شروع کی جائے جس کے اندر نئے سرے سے امت کی دولت تباہ ہو اور پھر دشمنان اسلام کی کمپنیاں آ کر اس اباد کاری میں حصہ لیں اور اس تباہی سے فائدہ اٹھائیں، اس کے باوجود مسلمان اپنے دین سے دن بدن دور ہوتے جارہے ہیں اور انہیں اپنے دین کی کوئی پرواہ نہیں ہے سوائے اس کے جس پر اللہ کا فضل وکرم اور خاص رحم ہے۔

اس لیے یہ حقیقت معلوم ہونا چاہیے کہ اس قضیے اور اس اہم مسئلے میں آپ کو دشمنان اسلام پر غلبہ اسی وقت حاصل ہوگا جب اپنے رب سے جڑو گے اور اس کی اطاعت کرو گے، لیکن جب دشمنان اسلام کی طرح تم بھی جرائم اور معاصی میں برابر کے شریک رہو گے اور انہیں کی طرح اپنی شکلیں بنا کر رکھو گے، ان کی حالت اور آپ کی حالت میں کوئی فرق نہیں ہوگا، تمہارے گھران کی گھروں کی طرح، تمہاری آسائش کی زندگی انہی کی آسائش کی زندگی کی طرح ہوگی، تمہارا رہن سہن اور طرز زندگی بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح دشمنان اسلام کا ہے، وہ لذت زندگی اور اس کی آسائش کے تعلق سے کسی بھی چیز کا اعلان کر دیں یا کسی بھی چیز کو مارکیٹ میں اتار دیں تو تم اس کی طرف اسی طرح سے بھاگے چلے جاتے ہو جیسے ایک مکھی کسی کسی شیرہ پر یا گندگی کی طرف بھاگتی ہوئی چلی جاتی ہے۔

جب ہماری یہ حالت رہے گی تو آخر ہمیں اللہ کی مدد کیسے ملے گی اور غلبہ ہمیں کیسے حاصل ہوگا؟!

یہ دین کے بنیادی امور میں سے ہے کہ ہم مسلمانوں پر اپنے بھائیوں کی مدد کرنا واجب ہے خواہ اس راہ میں جان ہی کیوں نہ دینی پڑے۔

یہ دین کے مبادیات میں سے ہے کہ ایک مسلمان اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالے۔

اسی طرح یہ بھی دین کے بنیادی اصولوں میں سے ہے کہ اہم عہدوں اور مناصب کو ایسے ہی لوگوں کے حوالے کیا جائے جو اس کی اہلیت رکھتے ہوں۔

اسی طرح یہ بھی دین کی بنیادی امور میں سے ہے کہ ایک مسلمان فتنوں میں نہ پڑے بلکہ وہ دوسروں کے لیے خیر و بھلائی کا ذریعہ بنے اور لوگوں کے لیے نفع بخش بنے، اور اپنے آپ کو اصل قضیے سے جوڑ کر رکھے، اور اصل قضیہ یہ ہے کہ امت مسلمہ کو شرک و بدعت اور دینی خرافات سے باہر نکلنے کی دعوت دے جس کی دلدل میں وہ پھنسا ہوئی ہے، اسے روشن افق کی طرف لائے اس توحید کے افق کی طرف جو بہت ہی روشن اور واضح ہے۔

مگر حالت یہ ہے کہ اہل سنت مسلمان بھی آج غفلت کا شکار ہیں اور یہ ہر اس آواز کی طرف بھاگ کھڑے ہوتے ہیں جو دیکھنے میں انہیں بہت ہی خوبصورت لگتے ہیں مگر انہیں معلوم کہ اس کے پیچھے ملک وملت کے خائنوں اور منافقوں کا ہاتھ ہوتا ہے حتی کہ اس ملک کے اندر بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہاں پر ایمان وحکمت ہے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " جَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ، هُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً الإِيمَانُ يَمَانٍ، وَالْفِقْهُ يَمَانٍ، وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اہلِ یمن آئے ہیں یہ لوگ نرم دل ہیں ایمان یمنی ہے، فقہ یمنی ہے اور حکمت بھی یمانی ہے۔“ (صحیح بخاری:3499، صحیح مسلم:52)۔

یہی عربوں کے کان اور اصل ہیں، یہ قحطانی اصل عرب ہیں اور ان کے پہلے کان ہیں مگر پھر بھی ان کے یہاں حزب اللات کے پیروکار پائے جاتے ہیں اور بہت سے ایسے لوگ ہیں جو روافض کے ساتھ مل کر اہل سنت مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے ہیں اور انہیں مارنے اور ان کے خلاف جنگ کی قیادت کرتے ہیں؛ اس لیے کچھ بھی بعید نہیں ہے کہ یہ اہل سنت مسلمانوں کے ساتھ کیا کچھ نہ کر ڈالیں۔

مصر بھی منجملہ بلاد اسلام کا ایک حصہ ہے، بلاد اسلام جس کی نہ کوئی سرحد اور نہ کوئی نیشنلٹی ہے، سارے مسلمان کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کو تسلیم کرتے ہیں اور بلاد اسلام کے تعلق سے ان پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کا خیال کرتے ہیں، اس سے محبت کرتے ہیں، اس کے لیے قتال کرتے ہیں اور اپنے جان ومال کو خرچ کر دیتے ہیں۔

یہ سب معلوم ہونے کے باوجود میں اعلان کرتا ہوں کہ میں کوئی قوم پرست نہیں ہوں اور نہ ہی اس کا داعی ہوں بلکہ میں اس سے بری ہوں، میں ایک مسلمان ہوں جو اسلام پر پیش آنے والے واقعات کو گہرائی سے دیکھتا ہوں، اس کا جائزہ لیتا ہوں، یہاں وہاں جو مسلمانوں کے ساتھ حادثات پیش آتے ہیں انہیں ایک درد دل کے ساتھ، نم آنکھوں کے ساتھ اور اندوہناک ہم وغم کے ساتھ دیکھتے ہیں اور پھر اس پر بولنے کی جراءت کرتے ہیں، یہ ایسا زخم ہے جو امت کی ہڈیوں

تک پہنچ چکا ہے۔

لیکن جب آپ کچھ ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جو علامتوں اور نشانیوں میں غلو کرتے ہیں جیسے کہ وہ کوئی معرکہ کارزار کا علم ہو- اور ہم ایسی علامتوں اور نشانیوں کی پرستش نہیں کرتے ہیں بلکہ اسے ایک نشانی کے طور پر سمجھتے ہیں۔ یہی چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان کا کیا مقصد ہے اور وہ کیا ایجنڈا اپنے سامنے رکھتے ہیں۔(شیخ نے اس سے مراد اس واقعے کو لیا ہے جو صنعاء کے اندر مصری سفارت خانے کے خلاف بعض یمنیوں کی طرف سے پیش آیا تھا)۔

بہت پہلے ایک ترک عالم نے اتاترک کے قاضیوں میں سے ایک قاضی سے کہا تھا جب اس نے یہ فرمان جاری کیا کہ ترکی حکومت کے اندر علماء میں سے کوئی بھی علماء کے لباس کی طرح لباس نہ پہنے اور نہ ہی وہ اپنی داڑھی کو بڑھائے اور اس کے علاوہ وہ ساری چیزیں جنہیں اتاترک نے جاری کیا تھا مگر اس عالم نے اپنی اسی حالت اور ہیئت پر باقی رہنے پر اصرار کیا جس پر وہ پہلے سے قائم تھا؛ چنانچہ اس عالم کو عدالت میں لے جایا گیا، جب اسے عدالتی کٹگھرے میں کھڑا کیا گیا تو قاضی نے اس عالم پر رحم کھاتے ہوئے کہا: اے علماء کی جماعت! تم ایسی قوم ہو جن کا سر خشک اور سخت ہے یعنی اگر آپ اس ظاہری لباس سے پیچھے ہٹ جاتے اور اپنی اسی حالت پر باقی رہتے جس پہ تھے تو اس میں کیا حرج تھا حالانکہ اصرار کرنے پر پھانسی کی سزا ہے اور پھر ظاہری علامت کی کیا قیمت ہے؟ اس مذہبی لباس اور داڑھی کی کیا حیثیت ہے؟ یہ ایسے مظاہر ہیں جن کے پیچھے کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اسی عدالت میں ایک علم بلند تھا جیسا کہ عموما ہوتا ہے، اسے دیکھ کر اس عالم نے قاضی سے

کہا: یہ علم جو آپ کے پیچھے ہے اگر اسے ستون سے نکال دیا جائے اور اسے لپیٹ دیا جائے تو کپڑے کے ایک ٹکڑے سے زیادہ اس کی کیا حیثیت رہ جائے گی؟! وہ ایک نشانی اور علامت رہے گی، اور اگر میں اس کپڑے کو لا کر اسے اپنے قدموں سے روند دوں یا اس میں آگ لگا دوں تو کیا میرے خلاف کوئی سزا بن سکتی ہے؟

یہ سن کر قاضی نے جواب دیا کہ نہیں، اس کپڑے کے روندنے سے آپ کے اوپر کوئی سزا نہیں بنے گی۔

تو اس عالم نے کہا: لیکن اگر اسے اسی شکل میں اسے ستون کے ساتھ لپیٹ دیا جائے اور پھر اسے قدموں سے روندا جائے یا اس میں آگ لگا دی جائے تو کیا اس پر سزا بنے گی؟!

تو اس پر قاضی نے کہا: جی ہاں، ایسی صورت میں اس پر ضرور سزا بنے گی، اس پر ملک سے غداری کا کیس بنے گا اور اس کی سزا موت ہوگی۔

تو اس کے بعد عالم نے کہا: بالکل اسی طرح دین کے کچھ ظاہری مظاہر ہیں جنہیں شعائر دین کہا جاتا ہے ان کا بھی تعلق اسی طرح ہے"۔

اس لیے یہ بالکل برداشت نہیں کیا جائے گا کہ بلاد اسلام کے ایک بڑے ملک کی رسوائی کی جائے، اسے ذلیل کیا جائے جو کہ اپنے اسلام پر باقی ہے اور ان شاء اللہ باقی رہے گا؛ جہاں کے باشندے بلاد اسلام کی سرحدوں کے محافظ ہیں اور قیامت تک رہیں گے ان شاء اللہ۔ فلسطینی ایشو کے تعلق سے جس طرح جان و مال کی قربانی مصریوں نے دی ہے اس طرح اور کسی نے نہیں دیا

ہوگا اور حق کی خاطر جس طرح سے مصریوں کے خون بہائے گئے ہیں اللہ کے دین کی خاطر جنہیں ہم اللہ کی رضا جوئی کی خاطر کرتے ہیں جن کے پاکیزہ خون دیار مصر کی بستی بستی میں پھوٹتے ہیں ہر علاقے میں ہر قریہ میں جہاں بھی آپ جائیں گے اللہ کی خاطر اس کے دین کے خاطر جان دینے والوں کو ضرور پائیں گے، اللہ انہیں اس کا بہتر بدلہ دے۔ یا آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ فلسطینی ایشو اور فلسطینی سرزمین کے دفاع کی خاطر انہوں نے جان و مال کی قربانی پیش کی ہے جسے لے کر آئے دن لڑائی چھڑی رہتی ہے۔

اور انہیں معلوم ہونا چاہیے جو لوگ آج ہماری قیادت کو بری نظر سے دیکھتے ہیں اور اسے ہتھیانا چاہتے ہیں؛ خواہ وہ ملک سے باہر کے ہوں یا بیرونی ایجنڈے پر کام کر رہے ہوں، انہیں یہ اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ یہی وہ روافض ہیں جو 1948 میں یہودیوں کے ساتھ کھڑے تھے، اسی طرح سے 1967 میں بھی آپ روافض کے موقف کو معلوم کر سکتے ہیں کہ انہوں نے عربوں کے خلاف کیسے اسرائیل کا ساتھ دیا تھا، اسی طرح سے 1985 میں بھی صبرا اور شاتیلا خیموں میں فلسطینیوں کے ساتھ جو ظلم و بربریت برتی گئی اور ظلم کے پہاڑ توڑے گئے اس میں روافض نے یہودیوں کا کیسے ساتھ دیا تھا اسے بھی معلوم کریں۔

اس وقت اسرائیلی وزیر اعظم ایریل شارون نے کہا تھا کہ آج ہمیں حقیقت میں معلوم ہوا کہ شیعہ اور دروزی ہمارے حقیقی دوست ہیں انہیں ہم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ (مذکرات ایریل شارون، ص 584)۔

اس وقت امل تحریک کے رافضیوں نے لبنان کے اندر ریلی نکالی تھی اور اس دن کو فتح کا

دن قرار دیا تھا جس دن صبرا اور شاتیلا خیموں کو انہوں نے اجاڑا اور وہاں موجود فلسطینیوں کو تہہ تیغ کیا تھا، ریلی میں وہ نعرہ لگا رہے تھے: لا الہ الا اللہ والعرب اعداء اللہ۔ (کویتی اخبار الوطن، مورخہ 3 / 6 / 1985)۔

جاؤ روافض سے اس قتل عام کے بارے میں پوچھو اور ان سے دھوکا نہ کھاؤ اور اپنے اصل مقام پر آجاؤ، اے دین کے سیکھنے والو! لوگوں کو اللہ کی طرف بلاؤ منہج نبوی کے طریقے پر، اس منہج سے تمہیں کوئی پھیر نہ دے، کسی کے بہکاوے میں نہ آؤ اور اپنی طاقت اور اپنے جذبات کو بے محل اور بیجا استعمال نہ کرو۔

طالب علمی کے زمانے میں طلبہ مظاہرے میں نکلتے تھے اور سڑکوں پر جو جی میں آتا تھا کرتے تھے اور جب نعرہ لگا لگا کر چیخ و پکار کے بعد ان کی طاقت جواب دے جاتی تو آپس میں ایک دوسرے سے سوال کرتے واپس آتے وقت کہ آج شہر کے ہوٹل کی طرف سے ہمیں کون سا کھانا پیش کیا جائے گا؟ چلو جلدی چلو، وقت ختم ہوا چاہتا ہے، کہیں ایسا نہ ہو ہم وقت پر نہ پہنچ سکیں اور کھانا ہم سے چھوٹ جائے، پھر آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ کیا تمہارے پاس سفید ہتھیار ہے؟! اور اس سے مراد وہ کھانے کے چمچوں اور کانٹوں کو لیتے تھے، تو کیا معلوم ہے آپ کو کہ یہی ان کے جہاد کی حقیقت ہے!!!

تمہاری بربادی ہو! دس سال کے بعد وہی نوجوان بال بچوں والا ہوگیا، دوسری نسل پروان چڑھنے لگی، اگر یہی نسل توحید پر پروان چڑھے اور اصل ایشو کو سمجھے اور اسے پہچاننے کی کوشش کرے تاکہ اصل بیماری کا حل تلاش کرے اور ساتھ ہی عارضی اسباب کو ختم کرے اور یہ اسی وقت

ہوسکتا ہے جب بیماری کا صحیح علاج کیا جائے، اگر ایسا ہو جائے تو یقیناً ایسی نسل تیار ہوگی جو یقینی طور پر اصل بیماری کی جڑ کو تلاش کر اسے ختم کرے گی ان شاء اللہ۔

کیونکہ جب امت دینی اصولوں کے شرائط کو پورا کرتی ہے تو اللہ اس وقت اسکا خیال رکھتا ہے اور پھر اس وقت اسکی نصرت و مدد نازل ہوتی ہے، اسی وقت ہمیں حقیقی خوشی حاصل ہوگی جب ہمارا رب ہماری مدد کرے گا بلکہ زمین پر پہنچنے والے ہر کفر اور ہر ظلم کے خلاف ہماری مدد کرے گا۔

اس لیے ضروری ہے کہ آپ وہیں سے آغاز کریں جہاں سے آغاز کرنا مناسب ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ لوگوں کے ظاہر کو دیکھ کر دھوکہ کھا جائیں؛ اس لیے آپ دھوکہ بازوں سے بچ کر رہیں، عقلمندی اور ہوش مندی سے کام لیں، غور و فکر کریں اور ہر معاملے کو وہیں سے شروع کریں جہاں سے اللہ کے رسول نے شروع کیا تھا۔

وقت بڑی قیمتی ہے اس کا خیال کرنا واجب ہے یعنی ہم اپنی اوقات کو اصل دین کے سیکھنے میں استعمال کریں ہم اللہ کی اطاعت اور اس کی عبادت کو نہ بھولیں ہم اسکی عبادت اسی طرح کریں جس طرح اسکے رسول نے ہمیں سکھلایا ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم نماز کو اسی طرح ادا کرو جس طرح ہمیں تم ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔ (متفق علیہ)۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا کہ تم مناسک حج کو مجھ سے سیکھ لو۔ (متفق علیہ)۔

چنانچہ ہم ان احکام کو اجمالی طور پر جانتے ہیں اور دوسروں کو سکھاتے بھی ہیں بلکہ طلبہ کو

تفصیل سے سکھاتے ہیں، تاکہ وہ جہاں جہاں جائیں لوگوں کو دین کے احکام سکھاتے جائیں تاکہ امت صراط مستقیم پر واپس آجائے، اور ایسے حالات میں خواہ وہ کتنی ہے سنگین کیوں نہ ہوں اللہ کی طرف سے مدد یافتہ ایک گروہ ہمیشہ موجود رہا ہے اور رہے گا جو صراط مستقیم سے سر موئے انحراف نہیں کرے گا، اور سارا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:(وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ) ترجمہ: تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں [النور:55]۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:(إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ) ترجمہ: یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے وہ مالک بنا دے اور اخیر کامیابی ان ہی کی ہوتی ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں [الاعراف:128]۔

والله المستعان وعليه التكلان، وحسبنا الله ونعم الوكيل.

ونسال الله رب العالمين ان يرفع الكرب عن المكروبين فى غزه.

اللهم عليك باليهود، اللهم انزل عليهم نقمتك وغضبك الذى لا يرد عن القوم الكافرين.

اللهم رد المسلمين اجمعين الى الحق ردا جميلا يا ذا الجلال والإكرام.

اللهم الف بين قلوب المسلمين، وصلى الله وسلم على نبينا محمد صلى الله عليه وآله وسلم.



فہرست موضوعات

موضوعات	صفحہ

